تنزیل و تاویل

گوشۂ برزخ

از جناب مولانا اسلم جیراجپوری

ماہ محرم کے ترجمان القرآن میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے میرے مضمون برزخ پر اعتراض کرنے کی کوشش کی ہے اس میں سب سے پہلی غلط فہمی ان کو یہ ہوی ہے کہ انھوں نے اس کو معارف کے جواب میں خیال کیا۔ حالانکہ میں نے اس کے شروع ہی میں تصریح کر دی ہے کہ میں دوبارہ مضمون برزخ کو کسیقدر وضاحت کے ساتھ لکھ رہا ہوں اور رسالۂ معارف کا انداز تحریر چونکہ ایذا نما تھا اس لیے اس کا جواب لکھنا پسند نہیں کرتا ہوں۔

مگر خیر، ترجمان میں سید صاحب موصوف کا وہ لہجہ نہیں ہے جو معارف میں تھا۔ اس لیے میں ان کی تحریر کا جواب لکھتا ہوں۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ اب انھوں نے اس بحث کے دائرہ کو محدود کر کے صرف تین آیتوں میں رکھا ہے۔ لہذا میں ان میں سے ہر ایک کی توضیح قرآن کریم سے کیے دیتا ہوں مگر اس سے پہلے یہ اصول بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں جس میں مجھکو سید صاحب اور ان جیسے دیگر سلف پرستوں سے اختلاف ہے کہ قرآنی حقائق کو خالی الذہن ہو کر دیکھنا چاہیے کہ وہ جو کچھ ہوں اور جیسے ہوں ان کو مان لیں۔ خاص خیال لیے ہوئے قرآن میں گھسنا اور اس کی آیات کو توڑ کر اپنے خیال کے مطابق بنانا ناجائز بلکہ الحاد ہے۔ اور اس اصول پر میں قرآن کی بحث

دلیلیں رکھتا ہوں۔

آیت اول | وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَّتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِکُمْ وَمَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَکُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْکُمْ شُرَکٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (۹۵)	اور تم ہمارے پاس اکیلے آئے جس طرح کہ ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمکو دیا تھا اس کو پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمھارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کی بابت تم گمان رکھتے تھے کہ تمھارے کاموں میں وہ ہمارے ساجھی ہیں۔ تمہارے باہمی تعلقات ٹوٹ گئے اور جو کچھ تمہارا گمان تھا وہ جاتا رہا

یہ پوری آیت اللہ تعالیٰ کا قول ہے جس کا ایک ایک لفظ قیامت کے دن سے متعلق ہے اور برزخ سے مطلقاً اس کا کوئی واسطہ نہیں میں اس کے اجزا رتحلیل کرکے آیات سے ان کے ثبوت پیش کرتا ہوں۔ اس میں تین باتیں کہی گئی ہیں۔

۱۔ تم ہمارے پاس اس طرح اکیلے آگئے جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو بخشا تھا اس کو پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے۔

۲۔ ہم تمہارے ساتھ تمہارے مزعومہ سفارشیوں کو نہیں دیکھتے۔

۳۔ تمہارے اور تمہارے ان سفارشیوں کے درمیان جو خیالی تعلقات تھے وہ منقطع ہوگئے۔

اب پہلے جزد کو لیجئے کہ تم ہمارے پاس اسی طرح اکیلے آئے جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا یہ اللہ مجرموں سے قیامت کے دن فرمائیگا جیسا کہ دوسری آیت میں تصریح ہے۔

وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّکَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (کہف)	اور ہم ان کو حشر میں لائیں گے اور ان میں سے ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے اور وہ تیرے رب کے سامنے پیش کیے جائیں گے صف بستہ۔ وہ (ان سے کہیگا) تم ہمارے پاس

اس طرح آئے جس طرح ہم نے تمکو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

اس آیت کے نقل میں مجھ سے بے شک یہ سہو ہو گیا تھا کہ میں نے فرادیٰ کا لفظ لکھ دیا تھا لیکن میرا استدلال اس لفظ پر مبنی نہیں تھا۔ بلکہ صرف یہ تھا کہ ان مجرموں کی آمد جن کا ذکر آیت ۹۵/۶ میں ہے اس کی نسبت اس میں تصریح کر دی گئی ہے کہ قیامت کے دن ہو گی۔ اور محشر میں پیشی کے وقت اللہ ان سے فرمائے گا کہ تم ہمارے پاس اسی طرح آئے جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

آیت ۹۵/۶ میں اگرچہ قیامت کی تصریح نہیں ہے مگر اس میں پہلی بار کی پیدائش مثال میں پیش کی گئی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ گفتگو نشأۃ ثانیہ میں ہو گی جہاں ان سے کہا جائیگا کہ تم اکیلے آئے اور جو کچھ ہم نے تم کو بخشا تھا اس کو دنیا میں چھوڑ آئے۔

دوسرا جزو آیت کا یہ ہے کہ ہم تمہارے سفارشیوں کو تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے جن کو تم ہمارا شریک گردانتے تھے۔

یہ سوال بھی مجرموں سے قیامت ہی کے دن ہو گا جس کی جابجا قرآن میں تصریح ہے۔ چنانچہ اسی سورۂ انعام میں ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ٢١/٦

اور جس دن اللہ ان سب کو جمع کرے گا تو مشرکوں سے پوچھے گا کہ تمہارے وہ شرکاء کہاں ہیں۔ جن کا تم زعم رکھتے تھے۔

تیسرا جزو آیت کا یہ ہے "تمہارے اور ان سفارشیوں کے درمیان جو تعلقات تھے وہ منقطع ہو گئے"۔ یہ بھی حشر ہی کے دن اللہ ان سے کہے گا"

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ٢٨/١٠

اور جس دن ہم سب کو حشر میں لائیں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شرکاء اپنی جگہ ٹھیر جاؤ اور ان کے باہمی تعلقات کو ہم توڑ دینگے

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ١٦٦/٢

جب کہ وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی ہے دستبردار ہو جائیں گے ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی ہے اور عذاب دیکھ لیں گے اور انکے تعلقات باہمی منقطع ہو جائینگے

غرض یہ ہے کہ آیت ۹۵/۶ کا لفظ لفظ قیامت سے متعلق ہے اور اس کے کسی حرف کو بھی برزخ سے

کوئی تعلق نہیں مگر سید صاحب کو "فرادیٰ" کے لفظ سے برزخ کا عذاب نظر آنے لگا۔ باوجود اس کے کہ وہ فرادیٰ کو "فرداً" کی جمع تسلیم کرتے ہیں پھر بھی دونوں کے استعمالوں میں فرق نکالتے ہیں۔ ان کے خیال میں "فرداً" کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن بلا مال و اولاد و اعوان و انصار کے آدیگا۔ اور "فرادیٰ" کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ایک کر کے اکیلے اکیلے لوگ آئیں گے۔ اور یہ صورت صرف برزخ میں ہو سکتی ہے کیونکہ قیامت میں لوگ فوج در فوج آویں گے۔ اس ادبی اور لغوی تحقیق میں انھوں نے تین صفحے سیاہ کیے ہیں لیکن خود آیت کو غور سے دیکھنے کی زحمت نہیں گوارا کی جس میں فرادیٰ کے مفہوم کی تشریح موجود ہے یعنی "لقد جئتمونا فرادیٰ" کے آگے ہے "وترکتم ما خولنٰکم وراء ظہورکم" تم پیٹھ پیچھے چھوڑ آئے (مال و اولاد و اعوان و انصار) جو ہم نے تم کو بخشے تھے۔ "وترکتم" پر واو وہی تفسیر کا واو ہے جس سے سید صاحب بہت گھبراتے ہیں۔ یعنی تمہارے اکیلے اکیلے آنے کا مطلب یہ ہے کہ تم ان چیزوں کو دنیا ہی میں چھوڑ آئے۔ اس لیے فرادیٰ کا مفہوم قرآن کی تصریح کے مطابق بعینہ وہی ہے جو "کلہم آتیہ یوم القیامۃ فرداً" میں اس کے مفرد فرداً کا مفہوم ہے۔

فرادیٰ کی یہ عجیب و غریب تحقیق لکھکر سید صاحب نے آیۃ کے مفہوم کو جو برزخ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے یہ اسی قسم کی تاویل ہے جس کی نسبت ڈاکٹر اقبال کا قول ہے کہ ؎

آیات تو برحق ہیں مگر اپنے مفسر — تاویل سے قرآں کو بنا دیتی ہیں پاژند

آخر میں انھوں نے اپنی اس تاویل کے متعلق خود بھی تذبذب کا اظہار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں

> اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ولقد جئتمونا فرادیٰ سے جو خدا کا قول ہے قیامت کے واقعہ کا بیان ہے اور فرادیٰ کے معنی منفردین کے ہیں تاہم اوپر کی آیت ولو تریٰ اذ الظلمون سے برزخ کے عذاب کا جو قطعی ثبوت ملتا ہے اس کا انکار العموم کی نام لیوا تاویل سے نہیں ہو سکتا۔

لہذا اب ہم سید صاحب کی اس مزعومہ عذاب برزخ کی قطعی اثبوت آیت کا مفہوم بھی قرآن کریم سے دکھاتے ہیں۔

آیت دوم | وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۹۳/۶

اور تو دیکھتا جب یہ ظالم موت کے سکرات میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کہتے ہیں کہ اپنی جانیں نکالو۔ آج کے دن تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ بوجہ اس کے کہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور اس کی آیتوں سے اکڑتے تھے۔

اس آیت میں ان گنہگاروں کی سزا بیان کی گئی ہے جو گنہگاری کی حالت میں مرے ان کا گناہ یہ ہے کہ وہ مشرک ہیں۔ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں اور اس کی آیتوں پر ایمان لانے سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھتے ہیں۔ ان کی سزا کا بھی ذکر ہے کہ وہ ذلت کا عذاب ہے۔

انھیں گنہگاروں کی سزا۔ اور یہی سزا اور اسی جرم پہ سزا قرآن کی دیگر آیات میں بیان کی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی الیوم بھی لکھا ہوا ہے جس سے سید صاحب برزخ نکالتے ہیں۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ (۲۰/۴۶)

اور جس دن کافر آگ پر پیش کئے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) کہ تم اپنی لذتیں تو اپنی دنیوی زندگی میں لے چکے اور ان سے مزے اٹھا چکے۔ سو آج کے دن تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔ اس لئے تم زمین میں ناحق اکڑتے تھے اور نافرمانی کرتے تھے۔

اس لفظ سے کہ تم اپنی لذتیں اپنی دنیاوی زندگی میں لے چکے یہ صاف واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اخروی عذاب کا ہی بیان ہے جب یہ لوگ آگ پر پیش کیے جائیں گے اور وہی ذلت کا عذاب اور وہی

ان کا جرم مذکور ہے۔ الیوم بھی وہی ہے۔ دوسری آیت میں اور بھی تصریح ہے۔

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ
شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ
قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ إِنَّ الْخِزْيَ
الْيَوْمَ وَالسُّوءَ عَلَى الْكَافِرِينَ الَّذِينَ
تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ

پھر اللہ ان کو قیامت کے دن رسوا کرے گا اور پوچھے گا
کہ کہاں ہیں میرے وہ شرکا جن کے بارے میں تم
جھگڑتے تھے وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے کہیں گے کہ
آج کے دن رسوائی اور برائی ان کافروں کے لیے ہے
جن کی جانیں فرشتوں نے اس حالت میں قبض کی ہیں
جب کہ وہ اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

اس آیت میں بھی انھی ظالموں کا ذکر ہے۔ وہی شرک اور کفران کا جرم ہے۔ وہی ذلت اور رسوائی ان کی سزا ہے۔ وہی الیوم ہے اور قیامت کی تصریح۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم کی تشریحات کے مطابق آیت ۹۳/۶ میں الیوم کا لفظ جو ان کی موت کے دن کے لیے مستعمل ہوا ہے بعینہ ان کی قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ مردوں میں احساس زمانی نہ ہونے کی وجہ سے ان کی موت اور قیامت کی سرحدیں ملی ہوئی ہیں۔

بے شک موت کے وقت کفار پر سختی ہوتی ہے۔ متعدد آیات سے ثبوت ملتا ہے لیکن جان کنی کی حالت کا عذاب برزخ کا عذاب نہیں قرار دیا جا سکتا۔ عالم برزخ تو موت کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اسی واسطے آیت میں "ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" فرمایا گیا۔ یعنی جان نکالتے وقت جو عذاب ہوتا ہے اس کے بعد پھر جو عذاب ہوگا وہ قیامت کے دن ہوگا۔

سید صاحب صرف ایک مفرد آیت کا مفہوم لے کر اس سے عذاب برزخ کا ثبوت پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ کوئی آیت اپنی تعلیم کے لحاظ سے اسی وقت قطعی الثبوت ہوتی ہے جبکہ اس کی تمام تفاصیل کو جو قرآن کے اندر ہیں دیکھ کر اس کا مفہوم متعین کیا جائے۔ کیونکہ قرآن کی اکثر

تعلیمات متعدد اور مختلف آیات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان سب کو ساتھ ملا کر دیکھنا ضروری ہے تاکہ ان میں باہم اختلاف نہ پڑ سکے۔

آیت سوم | وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۚ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۰-۴۶) — آل فرعون کو برے عذاب آگ نے گھیر لیا جس پر وہ صبح اور شام پیش کیے جائیں گے اور قیامت کے دن حکم دیا جائیگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔

اس آیت میں یعرضون کے معنے حال کے لیکر عذاب برزخ کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے یعنی وہ صبح اور شام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں برزخ میں۔ اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں ڈالے جائیں گے۔ یہ بھی وہی مفرد آیت کا مفہوم لیا گیا ہے۔ جو دیگر آیات کے خلاف پڑتا ہے۔ کیونکہ قرآن اہل برزخ کی حیات سے قطعاً انکاری ہے۔ وہ ان کے اندر زمانہ کا بھی احساس نہیں مانتا۔ وہ کسی قسم کے عذاب یا ثواب سے اثر پذیری کی صلاحیت ان میں نہیں تسلیم کرتا جیسا کہ ہم نے نہایت مصرح طور حتمی دلایل سے ذی قعدہ ۵۳ھ کے ترجمان میں ثابت کر دیا ہے۔ اس لیے اس آیت میں یعرضون کے معنے حال کے نہیں لیے جا سکتے ورنہ قرآنی تعلیمات میں اختلاف لازم آئے گا۔ جو ناممکن ہے بلکہ مستقبل کے لیے جائیں گے جس سے جملہ آیات کا مفہوم ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ اور یہی مفہوم دیگر قرآنی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار کی پیشی آگ پر زمانہ مستقبل یعنے قیامت میں ہو گی۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (۴۶-۲۰) — اور جس دن کفار آگ پر پیش کیے جائینگے (ان سے کہا جائیگا کہ تم اپنی لذتیں اپنی دنیاوی زندگی میں لے چکے اور ان سے مزے اٹھا چکے۔

ظاہر ہے کہ کفار سے آل فرعون مستثنیٰ نہیں ہو سکتے جن کی پیشی بجائے مستقبل کے حال میں ہو رہی ہو

بلکہ سورۂ ہود میں تو خصوصیت کے ساتھ آل فرعون کے متعلق تصریح موجود ہے کہ وہ قیامت ہی کے دن آگ میں داخل ہوں گے۔

يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ (ہود ۹۸) فرعون آگے آگے آئیگا اپنی قوم کے اور ان کو آگ میں اتاریگا قیامت کے دن۔

آل فرعون کے لیے سید صاحب نے جو دو عذاب سمجھے ہیں وہ غلط فہمی ہے اور افعل التفضیل سے جو نتیجہ نکالا ہے۔ اس میں دانستہ مغالطہ دینے کوشش کی ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آل فرعون بھی جملہ کفار کے ساتھ پیش کیے جائیں گے قیامت کے دن لیکن آل فرعون کو امام اہل نار ہونے کی وجہ سے

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ (۲۸) اور ہم نے آل فرعون کو پیشوا بنایا ہے کہ لوگوں کو جہنم کی دعوت دیتے رہیں۔

دیگر جہنمیوں سے زیادہ سخت عذاب میں داخل کیا جائیگا۔ جو ان کے سنگین جرم کے موافق ہوگا۔ اشد العذاب کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ برزخ میں ان کو جیسا ہلکا عذاب ملتا تھا۔ قیامت کے دن اس سے زیادہ سخت عذاب میں داخل کیے جائیں گے۔

عرض کے معنی بھی محض پیشی کے نہیں ہیں بلکہ یہ ہیں کہ وہ آگ میں ڈالدیے جائیں گے اس لیے غدواً و عشیاً کا مفہوم اہل لغت نے جو دوام کہا ہے تو بالکل قرآن کے مطابق کہا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ برزخ میں آل فرعون صبح اور شام آگ پر لے جا کر پیش کیے جاتے ہیں۔ اور پھر اپنے مستقر پر پہونچا دیے جاتے ہیں جس طرح چرواہے اپنے مویشیوں کو روزآنہ صبح اور شام پانی پر لے جاتے ہیں اور واپس لاتے ہیں قرآن فہمی نہیں ہے۔ اب رہا عطف تغیر کا مسئلہ۔ تو اس کا میں قائل ہوں۔ کیونکہ قرآن کی آیات میں اس قسم کے داؤ پیچ ملتے ہیں۔ مثلاً۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ اور جب فرمایا اللہ نے کہ اے عیسیٰ میں تجھکو وفات دونگا

وَرَافِعُكَ اِلَیَّ (۵۵/۳) یعنے اپنے پاس اٹھا لونگا۔

یہاں واو تفسیری ہے اور تبلاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے معنی رفع الی اللہ کے ہیں۔ چنانچہ دوسری آیت میں جہاں ان کی وفات کا ذکر آیا ہے تو وہاں توفی کا لفظ نہیں بولا گیا بلکہ اس کی تفسیر ہی ذکر کی گئی۔

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ (۴/۱۵۸) اور انھوں نے عیسیٰ کو یقین کے ساتھ قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

اسی طرح قرآن میں بہت سے مواقع ہیں جہاں واو تفسیری لینے سے آیات کے مطالب حل ہوجاتے ہیں۔ اور دنیا میں کونسی زبان ہے جس میں واو تفسیری نہیں ہے مثلاً۔

اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں نہیں آؤنگا

اس نے انکار کیا یعنے کہا کہ میں نہیں آونگا۔

آپ مجھسے قرآن سے دلیل طلب کرسکتے ہیں لیکن قطرب اور اخفش یا فرّا اور کسائی کا میں غلام نہیں ہوں کہ ان اوہام وقیاسات سے آگے نہ بڑھوں۔

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ۔ کیا تم مجھسے ان ناموں میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے رکھ چھوڑا ہے۔

آپ کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ اس عطف تفسیر پر آپ کے اعتراض کی وجہ سے میں نے کتاب کے صفحے بدلے کیونکہ اس میں کئی جگہ واو اب بھی اسی معنے میں مستعمل ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ بعض ایسے فقرے متن میں آگئے تھے جو میرے اصول کے مطابق حاشیہ میں ہونے چاہیے تھے۔

آخر میں عرض کرتا ہوں کہ برزخ کے عذاب یا ثواب کا عقیدہ قرآن کریم سے پیدا ہوا ہے نہ ہوسکتا ہے بلکہ اس کی بنیاد یہ حدیث ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَؓ اَن یَھُودِیۃ دخلت عَلَیْھَا فَذَکَرت عذاب القبر فقالت لَھَا اَعَاذَكَ اللہ من عذاب القبر فسألت عَایشَۃ رضی اللہ عنھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق - قالت عایشۃ فما رایت رَسُوْل اللہ صلے اللہ علیہ و سلم بعد صلّی صلوٰۃ الا تعوذ من عذاب القبر -

(صحیح بخاری - کتاب الجنائز - باب عذاب القبر)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک یہودن ان کے پاس آئی اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور ان سے کہا کہ اللہ تم کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب قبر کے بابت دریافت کیا - آپ نے فرمایا کہ ہاں عذاب قبر برحق ہے - حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کوئی نماز پڑھی ہو اور عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو -

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سرور انبیاء اور خاتم الرسل جنکا سینہ علم لدنی کے لیے کھولدیا گیا تھا اس وقت تک عذاب قبر سے خالی الذہن تھے یہانتک کہ اپنے اہل بیت کو بھی اس کے متعلق کوئی تعلیم نہیں دیتے تھے جبتک کہ ایک یہودن نے آپ کے گھر میں آکر عذاب قبر کا ذکر نہ کیا جس کے بعد سے آپ ہر نماز میں اس سے پناہ مانگنے لگے - یہی عقیدہ ہے جس کی بنیاد پر علماء اسلام لگے مردوں میں روحانی زندگی ثابت کرنے جن کو قرآن کریم نے اموات غیر احیاء کہکر ایک نسمہ بھی حیات کا ان کے ساتھ لگا رہنے نہیں دیا تھا - عوام نے مردوں کو زندہ سمجھکر استمداد شروع کی - اور عرش بریں کے زندہ رب کے سوا زیر زمین شرکاء اور شفعاء کی ایک آباد دنیا ان کو نظر آنے لگی - بالائے زمین سے علیک علیک اور خاطر مدارات ہونے لگی اور وہ شرک مسلمانوں میں پھیلا کہ جس سے نہ ایشیا محفوظ رہا نہ افریقہ - مشرک بت پوجتے ہیں مسلمان مٹی کے ڈھیر -